محرّم اور عاشورہ کے فضائل و مسائل

مولانا فضل الرحمٰن اعظمی

فہرستِ مضامین

محرم اور عاشورہ کے فضائل و مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد

(بعض جگہوں اور دنوں کے فضیلتیں)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل اختیار اور مکمل قدرت کی وجہ سے اپنی مخلوقات میں فرقِ مراتب رکھا ہے۔خود فرمایا...... وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (قصص ٦١) آپ کا رب پیدا کرتا ہے، جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے۔ لوگوں کو اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور برتر ہے اس سے جس کے ساتھ یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔

محققین علماء کا یہی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمان و مکان میں فی نفسہ بھی فضیلت رکھی ہے۔علامہ ابن القیمؒ نے زاد المعاد کے شروع میں اس کو بیان کیا ہے اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے تقریر بخاری میں اس کو مختصراً بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کیا گلاب اور بول (پیشاب) اپنی ذات سے یکساں ہیں۔صرف خوشبو اور بدبو کا فرق ہے؟ ہرگز نہیں۔پس جس طرح بول اور گلاب میں فرق ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فرعون اور موسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل میں فرق ہے۔یہی تحقیق قبلہ نما میں مولانا محمد قاسم نانوتوی

رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے اور یہ بہت بہتر ہے اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے خلاف کہا وہ یقیناً درست نہیں ہے۔ کیا لیلۃ القدر اور تمام راتیں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں! تو کیا لیلۃ القدر میں فضیلت محض عبادت سے ہے؟ نہیں بلکہ عبادت اس میں اس لئے ہوئی کہ اس میں خود فضیلت تھی۔ اسی طرح رمضان کی فضیلت اس وجہ سے نہیں کہ اس میں قرآن کا نزول ہوا، بلکہ نزولِ قران اس میں اس لئے ہوا کہ وہ فی نفسہ افضل تھا۔ ہاں نزولِ قرآن سے شرف میں اضافہ ہوگیا۔ ابن قیم نے چند آیات سے استدلال کیا منجملہ ان کے آیت **اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یُجعل رسالته** (انعام ۲۴) بھی ہے۔ (تقریر بخاری علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۸۴)

انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فضیلت بخشی۔ پھر انبیاء علیہم السلام میں بھی فرقِ مراتب رکھا۔ بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ **تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض** (بقرہ ۲۵۳) ایام میں ماہِ رمضان اور عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت بھی مسلّم ہے۔ راتوں میں شبِ قدر کی فضیلت بھی سب کو تسلیم ہے۔ شبِ براءت کی فضیلت بھی اکثر علماء مانتے ہیں۔ جگہوں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی فضیلت بھی سب کو معلوم ہے۔ یہی حال کچھ اور وقتوں اور جگہوں کا بھی ہے۔

ماہ محرم اور یوم عاشورہ

اسی طرح ماہ محرم اور عاشورہ کی بھی کچھ فضیلتیں احادیث میں آئی ہیں ان ہی کا بیان کرنا اس رسالہ کا موضوع ہے۔ **اشھر حُرُم** کی فضیلت تو قرآن میں منصوص ہے ان میں محرم بھی داخل ہے۔ اس طرح ماہِ محرم کا شہر حرام ہونا تو قرآن ہی سے معلوم ہوگیا۔ بقیہ فضائل حدیثوں میں ہیں۔

ایک تنبیہ

لیکن فضائل کے بارے میں بہت سی باتیں امت میں بے بنیاد مشہور ہوگئی ہیں۔ محرم اور عاشورہ کے بارے میں بھی بہت سی باتیں ایسی مشہور ہوگئی ہیں جن کا کوئی ثبوت محدثین کے یہاں

نہیں ہے۔ اس کے بارے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس رسالہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ محرم وعاشورہ کے بارے میں بے بنیاد باتوں کی نشاندہی کی جائے۔

ہمارے پاس شریعت کی بنیاد کے طور پر دو چیزیں ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اعمال وایام کے فضائل بھی احکام کی طرح ان ہی دو اصلوں سے ثابت کیے جائیں گے۔ من گھڑت باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہاں بیشک سلف صالحین یعنی صحابہ وتابعین کے اقوال بھی جو ثابت ہوں حجت ہوں گے اس لئے کہ جن باتوں میں رائے اور قیاس کو دخل نہ ہو (بالخصوص فضائل کی بابت) ان میں ان حضرات کا قول حدیث کے درجہ میں ہے۔

رہا اجماع اور وہ قیاس جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہو تو بیشک یہ دونوں بھی حجت ہیں لیکن فضائل کی جو باتیں مشہور ہیں ان کا ان دونوں سے تعلق نہیں اس لئے کسی عمل یا قول یا کسی زمان و مکان کی فضیلت کے لئے روایات کی ضرورت ہے اور ان کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے لئے محدثین معیار ہیں۔ اس لئے جو بات بھی پیش کی جائے اس کا ماخذ اور حوالہ بھی پیش کرنا چاہئے۔ تا کہ معلوم ہو سکے کہ یہ بات کہاں سے آئی اور معتبر ہے کہ نہیں۔ محدثین نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں کہ جو حدیثیں مسلمانوں کی زبانوں پر مشہور ہیں وہ معتبر ہیں یا نہیں۔ جیسے مقاصد حسنہ للسخاوی، کشف الخفاء للعجلونی، التذکرہ للزرکشی، وغیرہ۔

محترم مہینے

سال میں بارہ مہینے ہیں۔ ان میں چار مہینے محترم ہیں۔ محرم[1]، رجب[2]، ذوالقعدہ[3]، ذوالحجہ[4]۔ ان کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ اعمالِ صالحہ کا ثواب ان میں زیادہ ہو جاتا ہے اور گناہوں سے بچنے کا بھی خاص اہتمام کرنا چاہئے کہ ان میں گناہ کا وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ (قالہٗ ابن عباسؓ)۔ جیسے مکہ مکرمہ میں نیک اعمال کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور گناہ کی سزا بھی زیادہ ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲، صفحہ ۵۵۴) قتادہؒ فرماتے ہیں۔ ان محترم مہینوں میں ظلم کا گناہ دوسرے مہینوں میں ظلم سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگر چہ ظلم ہر حال میں بڑا گناہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس حکم

کو چاہتے ہیں بڑا بنا دیتے ہیں۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں کچھ کو منتخب فرمایا، ملائکہ میں سے کچھ کو پیغامبر بنایا، انسانوں میں سے کچھ کو رسالت سے نوازا، کلاموں میں سے اپنے کلام کو منتخب فرمایا، زمین میں سے مساجد کو چھانٹ لیا، مہینوں میں سے رمضان اور اشہر حرم کو فضیلت دی۔ دنوں میں جمعہ کو خصوصیت دی۔ راتوں میں شبِ قدر کو امتیاز بخشا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جن امور کو فضیلت دی ان کو بڑا سمجھو۔ عقلمندوں کے نزدیک وہی امور بڑے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بڑا بتاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲، صفحہ ۵۵۴)

لہٰذا محرم کے مہینہ میں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور رجب کی طرح اعمالِ صالحہ کا خاص اہتمام کرنا چاہئے اور گناہوں سے بچنے کا بھی خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

امام جصاص رازی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ان متبرک مہینوں میں یہ خاصیت ہے کہ ان میں جو شخص عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق ہوتی ہے، اور جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن جلد ۴، صفحہ ۳۷۳)

قرآنِ کریم میں ان چار مہینوں کی تعیین نہیں آئی۔ یہ تعیین اور ان کے نام صحیح حدیثوں میں آئے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک زمانہ گھوم کر اس حالت پر آ گیا جس پر آسمان و زمین کے پیدا کئے جانے کے وقت تھا۔ سال میں بارہ مہینے ہیں۔ ان میں چار محترم ہیں۔ تین مسلسل ذوالقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور ایک مُضَر (قبیلہ) کا رجب[1] جو جُمادی (الثانی) اور شعبان کے درمیان ہے۔ (بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۶۳۲)

اس حدیث شریف میں قرآنِ کریم کی آیتوں کی طرف اشارہ ہے۔ انما النَّسِیُٔ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (توبہ ۳۷) نسیٔ یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر

---

[1] مُضَر کا رجب اس لئے کہا گیا کہ یہ قبیلہ اس ماہ کا خصوصی اہتمام کرتا تھا۔

میں زیادتی ہے اس سے کفار گمراہی میں ہی پڑتے ہیں۔ کفارِ مکہ اپنی نفسانی اغراض پوری کرنے کے لئے مہینے آگے پیچھے کرتے تھے۔ محرم میں لڑنے کا جی چاہتا تو یہ کہہ دیتے کہ اس سال پہلے صفر کا مہینے آئے گا اس کے بعد محرم کا۔ اس طرح محرم کو دوسرے مہینوں سے تبدیل کرتے تھے۔ عہدِ ابراہیمؑ سے یہ بات چلی آتی تھی کہ چار مہینے محرم ہیں ان میں قتال منع ہے۔ تو کفار مکہ چار کے عدد کا احترام کرنا چاہتے تھے لیکن لڑنے کی خواہش پوری کرنے کے لئے مہینوں کو آگے پیچھے کرتے تھے اس کی وجہ سے عربوں کے شمار میں مہینوں کا صحیح پتہ نہیں تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ اس سال مہینوں کی ترتیب بالکل فطرت کے مطابق ہوگئی ہے۔ اس سے پہلے سال ۹ھ میں جبکہ حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں حج ہوا تھا اگرچہ مہینہ ذوالحجہ ہی کا تھا لیکن جاہلیت کے شمار میں وہ ذوالقعدہ تھا۔ شاید اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کو مؤخر فرمایا اور اس سال ۱۰ھ میں حج کے موقع پر منٰی کے دسویں ذی الحجہ کے خطبہ میں یہ فرمایا۔ **ان الزمان قد استدار کھیئتہٖ یوم خلق السمٰوات والارض** (بخاری) اور آگے جو فرمایا کہ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ اس میں قرآن کی آیت **اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ** (توبہ ۳۶) کی طرف اشارہ ہے کہ مہینوں کا شمار اللہ تعالیٰ کے یہاں بارہ ہے۔ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جب سے آسمان و زمین پیدا ہوئے (اس کا اجراء ہوا) ان میں چار مہینے محترم ہیں۔ یہ وہی مہینے ہیں جن کو حدیث نے متعین کیا۔

پہلے ان مہینوں میں قتال منع تھا۔ پھر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا کہ نہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض منسوخ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان مہینوں میں قتال مطلقاً جائز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ حکم اب بھی باقی ہے۔ ابتداءً قتال نہیں کریں گے ہاں دشمن کے حملہ کا جواب دے سکتے ہیں۔ یا اگر پہلے سے لڑائی چل رہی ہو تو جاری رکھتے ہوئے ان مہینوں میں بھی قتال کر سکتے ہیں۔ جن آیتوں سے ممانعت سمجھ میں آتی ہے وہ ابتداء پر محمول ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے آیت مذکورہ کی تفسیر۔

ماہ محرم کا روزہ

ماہ محرم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینے کا روزہ رمضان کے بعد سب سے افضل ہے اور اس ماہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یوں تو سارے ہی دن اور مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے اس کا شرف اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے مہینہ کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ تعالیٰ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے۔ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۵۷ وحسنہ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک صاحب نے آکر پوچھا کہ یا رسول اللہ! رمضان کے مہینہ کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر رمضان کے مہینہ کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی نے اس کو روایت کیا اور اس کو حسن بتایا۔ جلد ۱، صفحہ ۱۵۷) لیکن اس روایت میں ضعف ہے۔ جس قوم کی توبہ قبول ہوئی وہ قوم بنی اسرائیل ہے۔ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ساتھ فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی۔ اس کی تصریح آنے والی ہے۔ اس دن کی وجہ سے اس مہینہ میں فضیلت آگئی۔ بعض علماء کے نزدیک محرم سے مراد اس کا خاص دن یعنی دسویں تاریخ عاشورہ ہے۔ تو ان کے نزدیک ان حدیثوں سے صرف یوم عاشورہ کے روزہ کی فضیلت ثابت ہوگی نہ کہ پورے مہینے کی۔ (العرف الشذی)

عاشورہ (دسویں محرم) کا روزہ

دسویں محرم کا دن اسلامی تاریخ میں ایک بڑا اور محترم دن ہے۔ اس دن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ پہلے تو یہ روزہ

واجب تھا پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو مسلمانوں کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہیں یہ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔ البتہ اس کی فضیلت بیان کر دی گئی کہ جو روزہ رکھے گا اس کے ایک سال گذشتہ کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ پہلے یہ روزہ صرف ایک دن رکھا جاتا تھا لیکن آخر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ نویں محرم کو بھی روزہ رکھوں گا پھر آپؐ کا وصال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس لئے یہ روزہ دو دن رکھنا چاہئے۔ نو اور دس کو یا دس اور گیارہ کو۔ بعض کتابوں میں یہ روایت اس طرح بھی آئی ہے کہ ایک دن پہلے اور ایک دن بعد۔ اس لئے اگر تین روزے رکھیں (۹/۱۰/۱۱) تو بھی بہتر ہے۔ البتہ صرف دس کو روزہ رکھنا بہتر نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ روزہ اس طرح شروع ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے اسی دن نجات ملی اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ میں یہ روزہ رکھا اور یہود میں یہ روزہ چلتا رہا۔ یہود سے قریش نے سیکھا۔ قریش مکہ مکرمہ میں یہ روزہ رکھتے تھے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ روزہ رکھا تھا۔ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود یہ روزہ رکھتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیوں یہ روزہ رکھتے ہو؟ یہود نے بتایا کہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسی دن فرعون سے نجات دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہیں۔ اسی لئے آپؐ نے یہ روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی رکھنے کا حکم دیا۔ اور شروع شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کے ساتھ موافقت کو پسند کرتے تھے پھر بعد میں مخالفت کا حکم ہوا تو فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو نویں کو بھی روزہ رکھوں گا تا کہ مخالفت ہو جائے۔ اس لئے صرف دس کو روزہ رکھنا فقہائے کرام نے مکروہ تنزیہی قرار دیا۔ (درمختار جلد ۲، صفحہ ۹۱ مع ردالمحتار) اب اس مضمون کی روایتیں ملاحظہ فرمائیے۔

صوم عاشورہ سے متعلق روایتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور عاشورہ کے دن بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔

جب رمضان فرض ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ (بخاری شریف صفحہ ۲۱۷)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ فرماتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت یہ روزہ رکھتے تھے۔ جب مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی روزہ رکھا اور اس روزہ کا حکم بھی دیا۔ جب رمضان فرض ہوا تو عاشورہ (کے روزہ کا حکم) چھوڑ دیا گیا۔ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ (بخاری صفحہ ۲۵۴، ۲۶۸)

حضرت رُبیع بنت مُعوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح انصار کے گاؤں میں اعلان کروایا کہ جس نے صبح کو کھا پی لیا ہو وہ بقیہ دن پورا کرے (یعنی رکا رہے) اور جس نے ابھی تک کھایا پیا نہیں ہے وہ روزہ رکھے۔ فرماتی ہیں کہ ہم بھی یہ روزہ رکھتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتی تھیں اور ان کے لئے اُون کا کھلونا بناتی تھیں۔ جب کوئی بچہ کھانے کے لئے روتا تو یہ کھلونا اس کو دے دیتیں یہاں تک کہ افطار کا وقت ہوتا۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۲۶۳) بچوں کو مسجد بھی لے جاتی تھیں۔ (مسلم جلد ۱، صفحہ ۳۶۰) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن ایک آدمی کو بھیجا جو لوگوں میں یہ اعلان کر رہا تھا کہ جس نے کھا لیا؟ وہ پورا کرے یا فرمایا (یعنی بقیہ دن کھانے پینے سے رکا رہے) اور جس نے نہیں کھایا وہ نہ کھائے۔ (یعنی روزہ رکھے) (بخاری جلد ۱، صفحہ ۲۵۷، ۲۶۸) ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزہ پہلے واجب اور ضروری تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے کہا یہ اچھا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی، موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غلبہ اور کامیابی عطا فرمائی ہم اس دن کی تعظیم کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں۔ پھر آپؐ نے بھی روزہ رکھا۔ (یعنی رکھتے رہے) اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۲۶۸، ۵۶۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ یہودی عاشورہ کی تعظیم کر رہے ہیں اور اس دن روزہ رکھتے ہیں اس کو عید بنا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم اس روزہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر آپؐ نے مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری جلد ا، صفحہ ۲۶۸، ۵۶۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کسی دن کے روزہ کا جس کی فضیلت دوسرے پر بیان فرمائی ہو۔ اہتمام اور قصد کرتے ہوں سوائے عاشورہ کے روزہ کے اور رمضان کے مہینہ کے۔ (بخاری جلد ا، صفحہ ۲۶۸)

یعنی ان دونوں روزوں کی فضیلت بھی بیان فرمائی اور رکھنے کا بھی اہتمام کیا۔

حضرت امیر معاویہؓ حج کے لئے تشریف لائے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر عاشورہ کے دن (کھڑے ہوکر) فرمایا۔ اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرما رہے تھے کہ یہ عاشورہ کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا ہے۔ میں روزے سے ہوں، جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔

(بخاری جلد ا، صفحہ ۲۶۲)

اشعث بن قیسؓ عاشورہ کے دن حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ کھانا کھا رہے تھے۔ فرمایا ابومحمد آجاؤ دوپہر کے کھانے میں شریک ہوجاؤ۔ اشعثؓ نے فرمایا کہ کیا آج عاشورہ نہیں ہے۔ فرمایا جانتے ہو عاشورہ کیا ہے؟ پوچھا کیا ہے؟ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ یہ ایسا دن ہے کہ رمضان کا روزہ فرض ہونے سے قبل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ روزہ رکھتے تھے۔ جب رمضان کا حکم آگیا تو اس کا وجوب ترک کر دیا گیا۔ (مسلم جلد ا، صفحہ ۳۵۸) یہی بات حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ، سے بھی مروی ہے۔ (ایضا)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہوگیا ہے کہ اب یہ روزہ فرض نہیں ہے۔ صرف مستحب ہے۔ (ایضا)

عاشورہ کے روزے کا ثواب

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کے روزے کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ایک سال گذشتہ کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ (ترمذی جلد ا، صفحہ ۱۵۱) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ صرف اسی ایک حدیث میں یہ فضیلت ہم کو معلوم ہے۔ امام احمد اور اسحاق اسی کے قائل ہیں۔ (ایضا) گناہ سے مراد اصول کے مطابق صغائر ہیں، کبائر کے لئے توبہ کی ضرورت ہوگی۔

عاشورہ کا روزہ رکھنے کا طریقہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہود ونصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اگر آئندہ سال زندہ رہا تو انشاء اللہ نویں کو (بھی) روزہ رکھوں گا لیکن آئندہ سال آپؐ کا وصال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) (مسلم جلد ا، صفحہ ۳۵۹)

حکم بن اعرج فرماتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ زمزم کے کنوئیں کے پاس چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا مجھے بتایئے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ میں کس طرح رکھوں۔ فرمایا جب محرم کا چاند دیکھو تو شمار کرتے رہو پھر نویں کی صبح کو روزہ رکھو۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا۔ کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح یہ روزہ رکھتے تھے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہاں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ترمذی جلد ا، صفحہ ۱۵۸)

دوسری حدیث میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ ایک اور روایت میں ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ نویں اور دسویں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔ (ترمذی صفحہ ۱۵۸) دوسری روایت طحاوی اور بیہقی نے سند جید سے نقل کی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی)

ان سب روایتوں سے معلوم ہوا کہ عاشورہ کا روزہ رکھنے کا پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ نویں اور دسویں کو روزہ رکھیں، اور حضرت ابن عباسؓ نے جو فرمایا کہ ہاں اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر زندہ رہتے تو ایسا ہی کرتے جیسا کہ آپؐ نے ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ اس لئے اگر چہ واقعتہً کیا نہیں لیکن پسند فرمانے کی وجہ سے آپؐ کے فعل ہی کی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت بہت سی کتابوں میں مذکور ہے جو محمد بن ابی لیلیٰ کی طریق سے مروی ہے اس میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد۔

(مسند احمد جلد ا، صفحہ ۲۴۱، طحاوی، بیہقی، بزار وغیرہ)

یعنی (۹/۱۰) کو روزہ رکھو یا (۱۰/۱۱) کو محمد بن ابی لیلیٰ کچھ ضعیف ہیں۔ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ اَو تخییر کے لئے ہوسکتا ہے اور شک کے لئے بھی۔ یعنی راوی کو شک ہے کہ قَبْلہ فرمایا یا بَعْدہٗ۔

پھر ابن رجبؒ نے ایسی روایتیں ذکر کیں جس میں واوٗ کا لفظ ہے۔ یعنی ایک دن پہلے اور ایک دن بعد یعنی کل تین دن روزہ رکھیں۔

مسند احمد کے نسخے بھی مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری اور التلخیص الجیر میں اَو سے نقل کیا۔ اور نیل الاوطار کے متن منتقی الاخبار میں واوٗ کے ساتھ۔ خطبات الاحکام میں جمع الفوائد سے واوٗ کے ساتھ نقل کیا۔ بیہقی کے بعض طرق میں اَوْ ہے اور بعض میں واوٗ کے ساتھ۔ (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلیؒ صفحہ ۱۰۸)

اگر واوٗ کے ساتھ روایت ثابت مان لی جائے اور ابن رجب حنبلی رحمتہ اللہ علیہ کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ تو پھر تین دن روزہ رکھنا بھی ثابت ہوگا۔ اسی لئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لمعات میں لکھا ہے جیسا کہ ترمذی کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

صومِ محرم کے تین مراتب ہیں۔ (۱) سب سے افضل ۹۔۱۰۔۱۱ تین دن (۲) ۹ اور ۱۰ دو دن (۳) صرف ۱۰ کو ایک دن۔ ۹ اور ۱۰ میں کئی حدیثیں آئی ہیں۔ ۱۰ اور ۱۱ کوئی درجہ نہیں۔ صرف ۹ کا روزہ بھی سنت نہیں۔ (حاشیہ ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۵۸)

درمختار میں لکھا ہے کہ صرف دس کا روزہ مکروہ تنزیہی ہے یعنی پہلے یا بعد شامل کیے بغیر۔

(درمختار مع ردالمحتار جلد ۲، صفحہ ۹۱)

تنبیہ

اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ عبادت میں مشابہت بھی شریعت میں پسندیدہ نہیں۔ اسی لئے صرف ۱۰ کا روزہ مکروہ کہا گیا۔ باوجودیکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ روزہ رکھا تھا۔ لیکن آپ کا ارادہ مخالفت کا تھا اس لئے کسی طرح مخالفت ہونی چاہئے۔ خواہ ایک دن پہلے رکھ کر ہو یا ایک دن بعد۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو سیدھا لٹکاتے تھے، مانگ نہیں نکالتے تھے۔ اہل کتاب بھی ایسا ہی کرتے تھے مشرکین مانگ نکالتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص حکم نہیں آتا اس میں اہلِ کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے۔ پھر آپؐ نے بھی مانگ نکالی۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۰۳، ۵۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اس روزہ کے مسئلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخالفت کا حکم ملا تھا، اس لئے صرف دس کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

اہل وعیال پر وسعت کے ساتھ خرچ کرنا

عاشورہ کے دن اہل وعیال پر خرچ کرنے کی وسعت کرنا پسندیدہ کام ہے یا نہیں۔ بعض علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور جو حدیث اس میں مروی ہے وہ معتبر نہیں۔

لیکن یہ رائے قوی اور معتدل نہیں۔ بلکہ تشدّد پر مبنی ہے۔ معتدل محدثین کی رائے یہ ہے کہ اس مضمون کی حدیث معتبر ہے۔ اس لئے یہ عمل پسندیدہ اور مندوب ہے۔ علامہ سخاویؒ نے المقاصد الحسنہ میں اس حدیث کی تائید کی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَآءِ وَسَعَ اللہُ عَلَیْہِ السَّنَۃِ کُلِّھَا۔ جو کوئی عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت اور فراخی فرمائیں گے۔

اس کو طبرانی، بیہقی اور ابوالشیخ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا۔ طبرانی اور بیہقی نے ابوسعید خدریؓ سے، بیہقی نے حضرت جابرؓ اور ابو ہریرہؓ سے اور فرمایا ان سب کی سندیں ضعیف ہیں لیکن بعض کو بعض سے ملایا جائے تو قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ (مقاصد للسخاویؒ صفحہ ۶۷۴)

سخاوی کی پوری عبارت یہ ہے:

[۱۱۹۳] حدیث: (مَنْ وَسَّعَ علی عیالِہ فِی یومَ عاشوراء وَسَّعَ اللّٰہ علیہ السنة کلھا)۔

الطبرانی، والبیقھی في الشعب وفضائل الأوقات، وأبو الشیخ؛ عن ابن مسعود؛ والأولان فقط عن أبي سعید؛ والثاني فقط في الشعب عن جابر وأبی ھریرة، وقال: إن أسانیدہ کلھا ضعیفة، ولکن إذا ضم بعضھا إلی بعض أفادقوة۔

بل قال العراقي في أمالیہ: لحدیث أبی ھریرة طرق صحح بعضھا ابن ناصر الحافظ، وأوردہ ابن الجوزي في الموضوعات من طریق سلیمان بن أبي عبداللّٰہ، وقال: سلیمان مجھول، وسلیمان ذکرہ ابن حبان في الثقات؛

فالحدیث حسن علی رأیہ، قال ولہ طریق عن جابر علی شرط مسلم، أخرجھا ابن عبدالبر في الاستذکار من روایة أبي الزبیر عنہ، وھی أصح طرقہ، ورواہ ھو والدار قطني في الأفراد بسند جید عن عمر موقوفاً علیہ، والبیھقي في الشعب من جھة محمد بن المنتشر، قال: کان یقال فذکرہ، قال وقد جمعت طرقہ فی جزء۔

قلت واستدرك علیہ شیخنا رحمہ اللہ کثیراً لم یذکرہ وتعقب اعتماد ابن الجوزی فی الموضوعات قول العقیلی فی ھیصم بن شداخ راوی حدیث ابن مسعود ان مجھول بقولہ بل ذکرہ ابن حبان فی الثقات والضعفاء۔ (مقاصد حسنہ صفحہ ۶۷۴)

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ماثبت بالسنۃ سے سخاوی کا یہ کلام بھی ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے حافظ زین الدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کلام ذکر کیا ہے، کہ اس حدیث میں کچھ نرمی یعنی ضعف ہے۔ لیکن ابن حبان کی رائے حَسَن ہے۔ اس کا ایک دوسرا طریق بھی ہے جس کو حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں منکر زیادتی بھی ہے۔ اور بیہقی کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ یہ توسعہ کی حدیث ابن حبان کے علاوہ کی رائے پر بھی حسن ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے یہ حدیث مرفوعاً ذکر کی ہے۔ اور فرمایا کہ یہ تمام سندیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن بعض بعض سے مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔ اور شیخ ابن تیمیہ نے جو انکار فرمایا اور فرمایا کہ توسعہ کے بارے میں کوئی چیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں۔ یہ ان کا وہم ہے۔ اور امام احمدؒ نے جو فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حسن لذاتہٖ نہیں۔ اس سے حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ اور حَسَن لغیرہ حدیث بھی حجت ہوتی ہے۔ انتھی کلام العراقی۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۷)

علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں لکھا ہے کہ توسعہ کی حدیث ثابت صحیح ہے جیسا کہ حافظ سیوطیؒ نے الدُرر میں فرمایا۔ البتہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی حدیث موضوع ہے۔ جیسا کہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ملاعلی قاری نے بھی کتاب الموضوعات میں ان کا اتباع کیا۔ سیوطی نے دُرر منتشرہ میں حاکم سے نقل کیا کہ یہ منکر ہے۔ حاکم نے یہ بھی فرمایا جیسا کہ جراحی نے کشف الخفاء میں نقل کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اثر وارد نہیں۔ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کے بارے میں یہ بدعت ہے۔ (شامی رشیدیہ جلد ۲، صفحہ ۱۲۴)

عقیدوں کی تصحیح

دسویں محرم کی فضیلت اور اہمیت اور اس کی وجہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں معلوم ہوئی۔ وہ ہے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا فرعون اور اس کے لشکر سے نجات پانا۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا۔ اور انہی کے اتباع میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزہ رکھا

اور امت کو بھی حکم دیا۔ وجوب ختم ہو گیا اور استحباب باقی ہے۔ شاید بیوی بچوں پر کھانے پینے کی وسعت کا سبب بھی یہی واقعہ ہوگا۔ واللہ اعلم

ایک بڑی غلط فہمی

بہت سے لوگ پروپیگنڈہ کی وجہ سے ایسا سمجھتے ہیں کہ محرم اور عاشورہ کی یہ اہمیت اور فضیلت حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت سے متعلق ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ شریعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکمل ہوگئی تھی۔ سیدنا حسینؓ کا واقعہ تو بہت بعد میں پیش آیا۔ خلفاء راشدین کا دور ختم ہو چکا اس کے بھی کئی سال کے بعد۔ بھلا اس سے شریعت کے کسی مسئلہ کا تعلق کیا ہوسکتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعۂ شہادت بلاشبہ بہت دردناک اور تکلیف دہ واقعہ ہے۔ لیکن اسلام میں ماتم کرنا جائز نہیں۔ اسلام ماتم کا دین نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ کا ہر ہر ورق شہداء کے خون سے رنگین ہے۔ اگر ماتم کیے جائیں تو ہر دن ماتم ہی کرنا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت علیؓ کی شہادت بلکہ اس سے قبل حضرت سید الشہداء حمزہؓ کی شہادت، غزوۂ موتہ کے شہداء کا واقعہ، بیر معونہ کا واقعہ، غزوۃ الرجیع کا واقعہ۔ یہ واقعات جو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی درد وغم کا باعث بنے تھے۔ ان کو کیوں بھول جائیں۔ لیکن اسلام ماتم کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دین کے لئے جان و مال قربان کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ان ہمارے بزرگوں نے دینِ حق کے لئے جانیں دیں ہم دین کے لئے کیا قربانی پیش کر رہے ہیں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ شاہ عبدالحق دہلویؒ ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابن حجر ہیثمی مصریؒ جو مکہ مکرمہ کے مفتی اور اپنے وقت کے شیخ الفقہاء والمحدثین تھے اپنی کتاب 'صواعق محرقہ' میں لکھتے ہیں:

جان لو کہ حسینؓ کو عاشورہ کے دن جو مصیبت لاحق ہوئی وہ صرف شہادت تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ اور مرتبہ بلند فرمایا اور اہل بیت طاہرین کے درجات سے ملحق کر

دیا۔ تو اگر کوئی اس دن اس مصیبت کو یاد کرے تو انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے۔ تاکہ حکم کی فرماں برداری ہو جائے اور موعودہ ثواب حاصل ہو جائے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے انا للّٰہ پڑھنے والوں کے لئے فرمایا ہے۔ اولٰئك علیهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون۔ ایسے لوگوں پر اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اس دن بڑی بڑی طاعات جیسے روزہ وغیرہ کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں اور ہرگز روافض کی اور شیعوں کی بدعات میں مشغول نہ ہوں۔ جیسے نوحہ اور ماتم اور رونا دھونا۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں۔ ورنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن اس کا زیادہ مستحق تھا۔ اسی طرح نواصب جو اہلِ بیت کے دشمن ہیں ان کا طریقہ بھی اختیار نہ کرو۔ یہ جاہل ہیں۔ فاسد سے فاسد کا اور بدعت کا بدعت سے مقابلہ کرتے ہیں۔ برائی کے مقابلے میں برائی کرتے ہیں۔ اس دن خوشی اور مسرت ظاہر کرتے ہیں۔ اس کو عید بناتے ہیں، زینت ظاہر کرتے ہیں، خضاب لگاتے ہیں، سرمہ لگاتے ہیں، نئے کپڑے پہنتے ہیں، خرچ میں فراخی کرتے ہیں، ایسے کھانے پکاتے ہیں جو عادت کے خلاف ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب مسنون اور معتاد ہیں۔ حالانکہ سنت ان سب کا ترک ہے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی قابل اعتماد اثر و روایت مروی نہیں۔ بعض ائمہ فقہ وحدیث سے پوچھا گیا کہ اس دن سرمہ لگانا، غسل کرنا، مہندی لگانا، دانے پکانا، نئے کپڑے پہننا اور خوشی ظاہر کرنا کیسا ہے؟ تو فرمایا اس میں نہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح بات مروی ہے نہ کسی صحابی سے، ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ کسی نے بھی ان چیزوں کو مستحب نہیں سمجھا۔ معتبر کتابوں میں نہ کوئی صحیح بات مروی ہے، نہ ضعیف، جو کہا جاتا ہے کہ عاشورہ کے دن جو سرمہ لگائے اس کی آنکھ سال بھر نہ دُکھے گی، جو غسل کرے وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا، اور جو اہل و عیال پر وسعت کرے اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت کریں گے، اسی طرح کے اور فضائل جیسے ایک خاص نماز اور یہ کہ اس میں آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری، ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی، اسماعیل علیہ السلام کو مینڈھے کے

ذریعہ بچالیا گیا، یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کو واپس ملے۔ یہ سب باتیں موضوع ہیں۔ صرف توسعہ علی العیال کی حدیث کہ اس کی سند میں کچھ کلام ہے۔ تو یہ جاہل لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس دن کو عید بناتے ہیں اور یہ رافضہ اس کو ماتم اور غم کا دن مناتے ہیں۔ یہ دونوں سنت کے خلاف ہیں۔ اور ایسے ہی یہ باتیں بعض حفاظ نے ذکر کی ہیں۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۶)

توسعہ علی العیال کی حدیث کی تفصیل گذر چکی کہ وہ معتبر ہے، بقیہ سب باتیں غیر معتبر ہیں۔ علامہ ابن القیمؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو لگانا، اس مضمون کی حدیث جھوٹے لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۷)

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شیخ علی بن محمد ابن عراق کی 'تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الموضوعة' سے ایک موضوع حدیث نقل کی ہے۔ جس میں یہ مضمون ہے جو عاشورہ کے دن روزہ رکھے اس کو ساٹھ سال کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا اور جو اس دن روزہ رکھے اس کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب ملے گا، اور جو یہ روزہ رکھے اس کو ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب ملے گا، اس کو دس ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا، اس کو سات آسمانوں کا ثواب ملے گا، اور جو کوئی اس دن کسی بھوکے کو کھلائے تو گویا اس نے امت محمدیہ کے سارے فقراء کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اور جس نے کسی یتیم کے سر پر اس دن ہاتھ پھیرا اس کے لئے ہر بال کے بدلہ میں جنت میں ایک درجہ بلند ہوگا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے ان مخلوقات کو پیدا کیا۔ آسمان، زمین، قلم، لوح، جبرئیل علیہ السلام، ملائکہ، آدم علیہ السلام، اسی دن ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کو آگ سے نجات ملی، اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ آیا، فرعون غرق ہوا، ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا، آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، داوٗد علیہ السلام کی مغفرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوئے۔ قیامت اسی دن آئے گی۔

یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن الجوزی نے ابن عباسؓ سے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اس کی آفت حبیب بن ابی حبیب ہے۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۰)

اس کے بعد شاہ صاحب نے ایک اور موضوع حدیث ذکر کی۔ جس میں یہ باتیں بھی ہیں۔ اسی دن یوسف علیہ السلام قید خانہ سے نکلے، اسی دن یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس ملی، اسی دن ایوب علیہ السلام کی بلا ٹلی، اسی دن یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے..... اسی دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے ذنوب معاف ہوئے، اسی دن قوم یونس علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، جو اس دن روزہ رکھے اس کے لئے چالیس سال کا کفارہ ہوگا، سب سے پہلی مخلوق دنیا کی عاشورہ کا دن ہے، سب سے پہلی بارش اسی دن ہوئی، جو اس دن روزہ رکھے گویا ہمیشہ روزہ رکھا، یہ انبیاء کا روزہ ہے، جس نے اس رات کو زندہ کیا گویا ساتوں آسمان والوں کے برابر عبادت کی، جس نے چار رکعت اس طرح پڑھی کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد تو اس کے پچاس سال آئندہ اور پچاس سال گذشتہ کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ملأ اعلیٰ میں نور کے ہزار منبر بنا دیں گے، اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلا دیا گویا ایک لحہ نافرمانی نہیں کی، جس نے اس دن کسی مسکین گھرانے والوں کو پیٹ بھر کھلایا وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ اور جس نے کوئی صدقہ دیا گویا کسی سائل کو کبھی واپس نہیں کیا........
اور جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا اولاد آدمؑ کے سارے یتیموں کے ساتھ بھلائی کی، جس نے کسی مریض کی عیادت کی اس نے تمام اولاد آدمؑ کے بیماروں کی عیادت کی۔

ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ بعض متأخرین نے اس کو وضع کر کے اس کے لئے یہ سند جوڑ دی۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۱)

کیا قیامت عاشورہ کے دن آئے گی؟

قیامت جمعہ کے دن آئے گی یہ بات صحیح حدیث میں آئی ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۰) لیکن کیا وہ جمعہ دسویں محرم کو ہوگا۔ یہ بات کسی معتبر حدیث میں نہیں ملی۔ حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے زلزلۃ الساعۃ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ وہیں سے شاید یہ بات مشہور ہوئی مفتی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم الاسلام میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ اور کتابوں میں بھی علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تقریر ترمذی میں

بھی مذکور ہے کہ سند قوی سے یہ بات ثابت ہے۔ مولانا یوسف بنوریؒ نے لکھا ہے کہ مجھے ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ (معارف السنن جلد ۴، صفحہ ۳۰۶)

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ نے لکھا کہ اس کی حدیث موضوع ہے۔ 'تنزیه الشریعة المرفوعه جلد ۲، صفحہ ۱۴۹، اور 'الآلی المصنوعه للسیوطی' میں بھی ایک حدیث کے ضمن میں یہ مضمون آیا ہے۔ اس کی آفت حبیب ابن ابی حبیب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسی نے یہ حدیث گھڑی ہے۔ (الآلی المصنوعہ جلد ۲، صفحہ ۱۰۸، تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۵۹) میں بھی یہ حدیث آئی ہے۔ محشیؒ نے لکھا ہے کہ موضوع ہے اور اسی راوی کا نام لکھا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خاص عاشورہ کے دن قیامت کا آنا کسی معتبر حدیث سے معلوم نہیں ہو سکا۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر جمعہ کے دن انسان و جن کے سوا باقی حیوانات قیامت کے انتظار میں رہتے ہیں۔ جب سورج نکل آتا ہے تو ان کو اطمینان ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۰)

شاید اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کی فجر میں الم تنزیل السجده اور سورۂ دھر پڑھتے تھے کہ ان سورتوں میں خلق آدمؑ کا بھی ذکر ہے۔ اور قیامت کا بھی تا کہ لوگ قیامت کی تیاری کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ عاشورہ کی فضیلت اور اہمیت میں صرف موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون اور اس کے لشکر کی غرق آبی کو دخل ہے۔ اسی وجہ سے اس دن کی فضیلت ہے اور اسی کی وجہ سے روزہ بھی ہے۔

اور کسی واقعہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سیدنا حسینؓ کے واقعۂ شہادت سے بھی اس دن میں کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔ کسی خاص کھانے یا نماز کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں مسند احمدؒ سے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکور ہے جس میں نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا مذکور ہے۔ ابن کثیر نے اس کو غریب کہا۔ ان کے غریب کہنے کا مطلب بہت سی جگہوں پر یہی ہوتا ہے کہ اس کا اعتبار نہیں۔

اس لئے صحیح حدیثوں میں جو بات آئی ہے صرف اسی پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ امت کو کتاب وسنت پر قائم فرمائے۔ اور بدعات وخرافات اور بے بنیاد باتوں کو شریعت میں داخل کرنے سے بچائے۔ آمین یا رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وامتہ اجمعین والحمدللہ رب العالمین۔

فضل الرحمن اعظمی

۱۰/شعبان ۱۴۲۱ھ ۷/نومبر ۲۰۰۰ء